حج کا تاریخی پس منظر

مفتی محمد رفیع اللہ

حج بنیادی طور پر ایک اسلامی اصطلاح ہے کیونکہ اسلام میں حج کا ایک خاص تصور اور فلسفہ ہے، جس کے تحت اسے اسلام کا ایک اہم رکن قرار دیا گیا ہے، تاہم مقامات مقدسہ کی زیارت اور وہاں پر مخصوص آداب و مراسم بجا لانے کی رسم نہایت قدیم زمانہ سے موجود چلی آ رہی ہے۔ انسانی تاریخ کے ہر دور میں اس کو مذہبی تقدس حاصل رہا ہے اور دنیا اس کو ایک مذہبی عبادت اور فریضہ کے طور پر ادا کرتی چلی آئی ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے ہاں کوئی نہ کوئی جگہ ایسی ضرور ہوتی ہے جس کو ان کے نزدیک مذہبی تقدس و بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے مقامات پر جا کر وہ خاص آداب و مراسم بجا لاتے ہیں اور اپنے معبودوں کا تقرب حاصل کرنے کے لئے قربانیاں دیتے ہیں۔ اگرچہ اختلاف مذاہب و اعتقادات کے سبب اس کی شکلیں اور طریق ادا میں اختلاف ہوتا رہا ہے لیکن بنیادی طور پر یہ رسم تاریخ کے ہر دور اور ہر مذہب میں موجود رہی ہے۔

سب سے پہلے آپ قدیم مصری اقوام کو لیجئے۔ دوسری اقوام کی طرح مصری بھی بت پرستی کی گمراہی میں مبتلا تھے۔ انہوں نے بہت سے معبود بنا رکھے تھے۔ ہر معبود کا ایک مخصوص مندر

هوتا تھا جس کو هیکل کہتے تھے ۔ ان کے چند مشہور هیکل یہ تھے هیکل ریزیر ، هیکل فتاح اور هیکل آمون ۔ مصری باشندے خاص ایام میں ان مندروں پر جا کر رسوم و آداب بجا لاتے تھے ۔ یہ ایام مصریوں کے هاں بڑے مقدس شمار هوتے تھے ۔ ان میں یہ خیال عام تھا کہ ان ایام میں جو بچہ پیدا هوتا ہے آگے چل کر وہ ایک عظیم مذهبی رهنما بنتا ہے۔ (۱) ۔

اهل کتاب میں یہودیوں کے هاں مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور قدیم زمانہ سے موجود رها ہے۔ چنانچہ زمانہ دراز قبل مسیح سے یہودی بیت المقدس کے اس مقام پر رسمیں ادا کرتے تھے جہاں ان کے خیال میں تابوت عہد رکھا هوا تھا ۔ سال میں تین بار یہودی اس مقام پر آکر یہ فریضہ ادا کرتے تھے (ان ایام میں یروشلم کے مقام پر ایک عظیم الشان بازار لگتا تھا ، جو آگے چل کر اس شہر کی آبادی کا سبب بنا) ۔

یہاں تک کہ طیطس نے ۷۰ء میں بیت المقدس پر حملہ کرکے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ، جس میں هزاروں یہودی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور جو زندہ بچ گئے ان کو جلاوطن کر دیا گیا ۔ جس کے نتیجہ میں پانچ سو سال تک ان کا یہ فریضہ موقوف رها ، تاآنکہ رجب ۱٦ھ بمطابق ٦۳٦ء میں مسلمانوں نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اسے فتح کیا ۔ اور ایک معاهدے کے تحت یہودیوں کے ساتھ عیسائیوں کو بھی امن و امان کے ساتھ بیت المقدس میں آکر رهنے اور مذهبی مراسم ادا کرنے کی اجازت مل گئی۔ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں کچھ عرصہ کے لئے پھر ان کو دشواریوں

کا سامنا کرنا پڑا ۔ ۱۵۱۷ ء میں جب بیت المقدس ترک عثمانیوں کے ہاتھ آیا تو پہلے کی طرح پھر یہودیوں کو بیت المقدس آکر مذہبی فرائض ادا کرنے کی سہولت حاصل ہوئی ۔ اس تاریخ سے آج تک یہودی ہیکل سلیمانی کے پاس یہ عبادت ادا کرتے ہیں ۔(۲)

عیسائیوں کی مذہبی کتابوں میں ایک لفظ پلگریمج (PILGRIMAGE) ملتا ہے ، جس کے معنی حج و زیارت کے ہیں ۔ ان کے یہاں اس لفظ کا اطلاق صرف اس سفر پر ہوتا ہے جس میں مقامات مقدسہ و متبرکہ کی زیارت کا قصد ہو (۳)۔

چنانچہ عیسائی ۳۰۶ء بعد المسیح سے بیت المقدس میں یہ مذہبی فریضہ بجا لاتے ہیں ان کے ان مراسم کا چار مقامات سے تعلق ہے (۱) بیت المقدس (۲) بیت لحم (۳) اریحا (۴) اور دریائے اردن ۔ زائرین کے قافلے جب بیت المقدس کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو بیت المقدس میں داخل ہونے سے پیشتر دریائے اردن میں غسل کرتے ہیں ۔ ان کے خیال کے مطابق اس مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کی تطہیر ہوئی تھی ۔ غسل کے بعد معمولی کپڑے اتار دیتے ہیں اور ایک چادر پہن کر بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں ۔ دوسرے مراسم کے علاوہ جو یہ لوگ ادا کرتے ہیں ایک کلیسائے مزار مقدس کا تین مرتبہ طواف کرنا ہے ۔ کلیسائے مزار مقدس شاہ قسطنطین اعظم کی والدہ ملکہ ھلینا نے زر کثیر صرف کرکے تعمیر کرایا تھا ۔ جس کے وسط میں حضرت مسیح علیہ السلام کا مفروضہ مزار ہے ۔(تمام کلیساؤں میں اس کو ممتاز اور مقدس سمجھا جاتا تھا) ۔ کلیسائے مزار مقدس کی رسومات ادا کرنے کے بعد زائرین اریحا جاتے ہیں اور

وهاں سے دریائے اردن جاکر نہاتے ھیں ۔ واپسی پر دریائے اردن کا پانی بطور تبرک لے جاتے ھیں جیسے زمزم کا پانی مسلمان حاجی مکہ سے لاتے ھیں ۔ سلجوقیوں کے بیت المقدس پر قبضہ کے بعد عیسائی زائرین کی توجہ بیت المقدس کے بجائے روم میں پطرس اور پولس کی کلیساؤں کی طرف ھو گئی ۔ ان کا خیال تھا کہ جو قمیص حضرت مسیح پہنا کرتے تھے وہ روم کی کلیسا میں ہے لیکن اس وقت عیسائی زیادہ تر دوسرے مقامات کے بجائے بیت المقدس ھی جاتے ھیں (۴)۔

ھندو مذھب میں بھی قدیم زمانہ سے اس کا تصور پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ آج بھی ھندوستان کے بعض مشہور مندروں پر ھندو خاص ایام میں جاکر مذھبی مراسم و آداب بجا لاتے ھیں ۔ جس کو ھندی میں یاترا کہتے ھیں ۔

چینیوں کے ھاں بھی مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور نہایت قدیم ہے ۔ چینی زمانہ دراز سے „ نیان " کے مندر پر دور دراز سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے آتے ھیں ۔ اور اس مقام پر مذھبی مراسم ادا کرتے ھیں ۔

اسی طرح جاپانیوں میں بھی مذھبی عبادت کی حیثیت سے اس کا تصور نہایت قدیم زمانہ سے چلا آ رھا ہے ۔ جاپانی صوبہ „ ساگا " کے مشہور مندر کی زیارت مذھبی فریضہ کی حیثیت سے کرتے ھیں ۔ ان کے ھاں زندگی میں ایک مرتبہ اس مندر کی زیارت مذھبی فریضہ شمار ھوتی ہے ۔ اور جیسے مسلمانوں کے نزدیک ایک سے زائد مرتبہ حج باعث بلندی درجات اور کارثواب شمار ھوتا ہے اسی طرح ان کے ھاں بھی ایک سے زائد مرتبہ اس مندر کی زیارت کار ثواب ہے ۔ مراسم

و آداب بجا لاتے وقت ان لوگوں کا لباس تقریباً ویسا ہوتا ہے جیسا مسلمان احرام کی حالت میں پہنتے ہیں (۵) ۔ ان کے علاوہ بھی دنیا کے قدیم سے قدیم مذاہب میں مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور موجود رہا ہے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سامی اقوام میں بھی مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور پایا جاتا تھا ۔ چنانچہ وہ لوگ مذہبی عبادت کی حیثیت سے اس کو ادا کرتے تھے جس سے اس کی قدامت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مناسک حج کی تاریخ :

ہمارے حج کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی ؟ اور بنی نوع انسان میں سب سے پہلے کس نے یہ روایت قائم کی ۔

تاریخ بتاتی ہے کہ حج کی عبادت ابتدائے آفرینش سے چلی آرہی ہے۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اتارا گیا اور آپ کو مکہ کے مقام پر پہنچا دیا گیا تو آپ نے اپنے رب سے فرشتوں کی آوازیں نہ سننے کی شکایت کی جس کے جواب میں آپ کو بیت اللہ کی تعمیر اور اس کے طواف کا حکم ہوا ۔

بیہقی نے اپنی کتاب « دلائل النبوۃ » میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالی نے جبریل امین کے ذریعے ان کو یہ حکم بھیجا کہ وہ بیت اللہ (کعبہ) بنائیں ۔ ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس کا طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اول الناس یعنی سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ گھر" اول بیت وضع للناس" یعنی پہلا

وہ گھر ہے جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے (٦) حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ھیں :

حج آدم فقضی المناسک فلما حج قال رب لکل عامل اجرہ قال اللہ تعالی اما انت یا آدم فقد غفرت لک واما ذریتک ممن جاء منھم ھذا البیت فباء بذنبہ غفرت لہ (٧)

یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا اور مناسک حج پورے کئے ، جب حج سے فارغ ھوئے تو کہنے لگے اے پروردگار ھر عامل کو اجر ملتا ہے (میں بھی اس کا مستحق ھوں) اللہ تعالی نے فرمایا اے آدم تجھ کو میں نے بخش دیا اور تیری اولاد میں جو اس گھر پر آکر اپنی گناھوں کا اعتراف (توبہ واستغفار) کرے گا میں اس کی بھی مغفرت کر دوں گا ۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام تک آپ کی ذریت بیت اللہ کا حج کرتی چلی آئی ۔ پھر طوفان نوح میں کعبۃ اللہ کو اٹھا لیا گیا ۔ اس کے بعد جب حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ھوا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ساتھمل کر بیت اللہ کی تعمیر انھی بنیادوں پر دوبارہ کر دی اور دنیا کو پھر مناسک حج سے روشناس کیا ۔ اس لئے ڈوزی (٨) کا یہ نظریہ سراسر غلط اور تاریخی شواھد سے غفلت کا نتیجہ ہے کہ مناسک حج یہودی الاصل ھیں ۔ ھمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ یہودیوں کے ھاں اس قسم کا کوئی مذھبی فریضہ نہیں ۔یہودیوں میں اسلامی حج سے ملتے جلتے ایک مذھبی فریضہ کا تصور یقیناً موجود تھا مگر ان چند رسومات کے وجود سے یہ لازم نہیں آتا کہ حج کا تصور سب سے پہلے

یہودی مذہب نے پیش کیا ہو یا یہ کہ اسلامی حج یہودی مراسم سے لیا گیا ہو ۔

بناء کعبہ کی مختصر تاریخ :

حج کا تعلق چونکہ براہ راست بیت اللہ سے ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بیت اللہ کی تعمیر کا اجمالاً ذکر کر دیا جائے ۔

تعمیر کعبہ کے بارے میں اہل علم کی آراء مختلف ہیں ۔ اہل علم کا ایک طبقہ اس پر مصر ہے کہ بیت اللہ کی ابتدائی تعمیر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں ہوئی ہے ، اس سے پہلے کی تعمیر ثابت نہیں ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں جتنی روایات اور تاریخی شواہد پائے جاتے ہیں ، ان کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ یہ سب روایات اور شواہد ناقابل اعتماد اور اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں کوئی معتبر دلیل اس کی موجود نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے بھی بیت اللہ کی تعمیر کسی نے کی ہو ۔

ولم یجئی فی خبر صحیح عن معصوم ان البیت کان مبنیاً قبل الخلیل علیہ السلام .... ولکن کل ھذہ الاخبار عن بنی اسرائیل (۹) .

(پیغمبر علیہ السلام سے کسی صحیح حدیث میں یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت خلیل اللہ سے پہلے بھی بیت اللہ کی تعمیر ہوئی ہو .... اور یہ سب روایتیں اسرائیلیات کی قبیل سے ہیں ۔

ابراہیم رفعت پاشا لکھتے ہیں ۔

وأما بناء الملائکة و آدم وشیث فلم یصح (۱۰)

فرشتوں ، آدمؑ اور شیث کی تعمیر کعبہ ثابت نہیں ہے ۔

حسین هیکل نے اپنی کتاب ,,فی منزل الوحی ،، میں فرشتوں اور بناء آدم علیه السلام سے متعلق تمام روایتیں نقل کرکے ان پر سخت تنقید کی ہے که ان روایات کی حیثیت ایک افسانه سے زیاده نہیں ہے۔

وه ظاهری قرائن سے بھی استدلال کرکے ثابت کرتا ہے که حضرت ابراهیم علیه السلام کے وادی مکه میں آنے سے قبل یہاں کسی نے بھی کعبه یا بیت الله کے نام سے کوئی تعمیر نہیں کی تھی ۔ حضرت ابراهیم علیه السلام هی خدا کے وه پہلے نبی هیں جنھوں نے سب سے پہلے بیت الله کی تعمیر فرمائی ہے (۱۱)۔

دوسرے اهل علم حضرات کی رائے اس کے برعکس یه ہے که بیت الله کی تعمیر حضرت ابراهیم علیه السلام سے پہلے هو چکی تھی ۔ البته اس میں اختلاف ہے که سب سے پہلے حضرت آدم علیه السلام نے کی یا فرشتوں نے ۔ اس طرح یه دونوں فریق ان روایات اور تاریخی شواهد کو صحیح تسلیم کرتے هیں جو جناب خلیل الله علیه السلام سے قبل تعمیر کعبه کے متعلق موجود هیں ۔

قرائن اور قرآنی اشارات کو سامنے رکھ کر ان روایات و شواهد کا تجزیه کیا جائے تو یه بات زیاده قرین حق معلوم هوتی ہے که بناء ابراهیمؑ سے قبل بیت الله کی تعمیر یقیناً هو چکی تھی ، قطع نظر اس سے که پہلے فرشتوں نے کی ہے یا جناب آدم علیه السلام نے اور همارے خیال میں اس رائے کی درست اور قابل قبول هونے کی چند وجوهات هیں :

(۱) اس زمانے کے واقعات پر یقینی دلائل کے ذرائع تقریباً نه هونے کے برابر هیں ۔ قرآن مجید کا یه موضوع هی نہیں ہے اور فرائض

نبوت میں تاریخی واقعات کی تشریح صرف اس حد تک شامل ہے جہاں تک عقیدے اور عمل کا تعلق ہے۔ تمام تاریخی واقعات کی تشریح پیغمبر کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے کسی تاریخی واقعہ کے قابل قبول ہونے کے لئے صرف ان دو ذرائع علم پر انحصار صحیح نہیں ہے۔

(۲) فرشتوں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر سے متعلق روایات کے مقابلہ میں ایسی روایات موجود نہیں ہیں۔ جن میں اس کی نفی یا انکار پایا جاتا ہو۔

(۳) ان روایات کا عقیدے یا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسے مواقع پر ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو علوم حدیث سے واقفیت رکھنے والے کسی شخص پر مخفی نہیں ہے۔

(۴) ان روایات میں سے بعض جلیل القدر صحابہؓ سے مروی ہیں۔ چنانچہ الازرقی نے اخبار مکہ میں امام ابن حجر العسقلانی نے فتح الباری میں اور عبدالرزاق نے مصنف میں بعض صحابہ سے روایت کی ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی۔ اس لئے ان روایات کو قطعی طور پر بے بنیاد نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے :

کان آدم اول من اسس البیت وصلی فیہ، یعنی سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کی اور اس میں نماز ادا کی۔

(۵) قرآن مجید کی کئی آیات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل بیت اللہ کی تعمیر ہو چکی تھی

اور آپ نے انھی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر فرمائی ہے۔ مثلاً وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ (۱۲) وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ (۱۳) رَبَّنَآ اِنِّي اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (۱۴) اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ (۱۵)

ان دلائل کے ہوتے ہوئے اس رائے کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر حضرت ابراهیم علیه السلام سے قبل ثابت نہیں ہے۔

لہذا بنا بر اختلاف روایات حضرت ابراهیم علیه السلام کی تعمیر تیسری یا چوتھی تعمیر ہے اور اس طرح اب تک بیت اللہ کی تعمیر مجموعی طور پر گیارہ مرتبہ ہو چکی ہے۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ (۱) فرشتوں کی تعمیر (۲) حضرت آدم علیه السلام کی تعمیر (۳) شیث علیه السلام کی تعمیر (۴) حضرت ابراهیم علیه السلام و اسمعیل علیه السلام کی تعمیر (۵) قوم عمالقه کی تعمیر (٦) قبیله جرهم کی تعمیر (۷) قصی بن کلاب مورث اعلی قریش کی تعمیر (۸) قریش کی تعمیر (۹) عبداللہ بن زبیر کی تعمیر (۱۰) حجاج بن یوسف ثقفی کی تعمیر ۷۴ھ (۱۱) اور سب سے آخری تعمیر ۱۰۳۹ھ میں عثمانی خلیفه سلطان مراد بن سلطان احمد کے ہاتھوں ہوئی جو اب تک موجود ہے (۱٦)۔

ملت ابراهیمی اور حج :

حضرت ابراهیم علیه السلام کو خدا نے ایسے وقت میں مبعوث فرمایا، جب پوری دنیا بت پرستی کی لعنت میں گرفتار تھی، ہر طرف کفر و ضلالت اور مشرکانه عقائد و اعمال کا دور دورہ تھا۔ ایسے حالات میں اللہ تعالی نے اپنے خلیل حضرت ابراهیم علیه السلام

کو ملک شام سے ہجرت اور جزیرہ عرب میں مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کا حکم دیا ۔ حضرت ابراھیمؑ نے اپنے رب کے حکم پر لبیک کہا اور اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ کو قدیم بنیادوں پر ازسر نو تعمیر فرمایا ۔ تعمیر سے فارغ ہوئے تو جبریلؑ آئے اور کہا کہ اب اس کا طواف کریں ، باپ بیٹے نے مل کر کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا ۔ اور پھر جبریل امین کی ہمراھی میں آپ نے تمام مناسک حج ادا کئے ۔ ہر مقام پر جبریل امین آپ کے ہمراہ ہوتے تھے ۔ اس طرح آپ نے جبریل علیہ السلام کی تعلیم کی روشنی میں سب مناسک ادا کئے ۔ علامہ ازرقی لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابراھیم علیہ السلام جبریل کی تعلیم سے مناسک حج ادا کرتے ہوئے عرفات پہنچے تو جبریل نے آپ سے پوچھا کیا آپ نے مناسک حج سیکھ لئے ؟ آپ نے فرمایا ، ہاں سیکھ لئے ۔ اس لئے اس مقام کا نام عرفات ہو گیا ۔ مادہ عرف کے معنی جاننا پہچاننا (۱۷)۔

جب حضرت ابراھیم و اسمعیل علیہما السلام وہ تمام مناسک ادا کر چکے جو آج امت مسلمہ ادا کرتی ہے تو حکم ہوا کہ اب ساری دنیا کو یہاں آکر حج ادا کرنے کی دعوت دو ۔

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالاً وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (۱۸) ۔

اور لوگوں میں حج کے لئے منادی کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے دبلے اونٹوں پر (سوار ہو کر) جو دور (دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں چلے آئیں ۔

اپنے رب کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جناب خلیل اللہ نے مقام ابراہیم علیہ السلام پر کھڑے ہو کر قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو خدا کی طرف سے بیت اللہ کے حج کی دعوت ان الفاظ میں دی۔

یا ایھا الناس کتب علیکم الحج الی البیت العتیق فاجیبوا ربکم(۱۹)

اے لوگو ؛ خدا نے تم پر بیت اللہ کا حج فرض کر دیا ہے۔ پس خدا کے حکم پر لبیک کہو۔

اور اس طرح اس دعوت کی صدائے بازگشت قیامت تک آنے والی نسل انسانی نے سن لی ، چنانچہ اس دعوت ابراھیمی کے نتیجہ میں جتنے انبیاء آپ کے بعد آئے سب نے بیت اللہ کا حج ابراھیمی تعلیمات کی روشنی میں ادا کیا۔

قال ابن اسحاق لم یبعث اللہ نبیا بعد ابراھیم الا وقد حج (۲۰)۔

ابن اسحٰق کہتے ھیں کہ خدا نے جس نبی کو بھی حضرت ابراھیم کے بعد بھیجا ہے اس نے بیت اللہ کا حج ادا کیا ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعوت توحید کے اثرات جزیرۂ عرب اور بیرون جزیرہ ظاھر ھونے لگے تو ایک بڑی خلقت نے بت پرستی چھوڑ کر دین ابراھیمی کو قبول کیا ۔ اور حضرت ابراھیم و اسمعیل علیہما السلام کی تعلیمات کے مطابق لوگ بیت اللہ کا حج ادا کرنے لگے۔

زمانہ جاھلیت کا حج :

جب تک جزیرہ عرب میں دین ابراھیمی کے اثرات اور تعلیمات باقی تھیں عرب کے لوگ اور دوسرے قبائل ان تعلیمات کی روشنی

میں مناسک حج ادا کرتے رہے ۔ لیکن بعد زمانہ اور مرور ایام کے سبب جب جہالت عام ہوئی تو دین ابراهیمی کے بنیادی اصول لوگوں نے بھلا دیئے اور دوسری بت پرست اقوام سے اختلاط کے سبب مشرکانہ عقائد و اعمال اپنا لئے ۔ چنانچہ حضرت ابراهیم علیہ السلام کی تعلیم کردہ عبادات کو مشرکانہ مراسم سے بدل دیا گیا ۔ عرب کے باشندے جہالت اور بت پرستی میں اس حد تک آگے نکل گئے کہ انہوں نے کعبہ کے اردگرد اور کعبہ کے اندر بے شمار بت نصب کر دیئے(۲۱)۔

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ جزیرہ عرب میں بیت اللہ کے علاوہ بھی بعض ایسے مقامات تھے جن کو وہ بیوت اللہ یا بیوت الحرام کہتے تھے ۔ ان مقامات پر بھی جاہلیت میں لوگ مراسم حج ادا کرتے تھے ۔ ان میں زیادہ مشہور یہ تھے (۱) بیت الاقصیر (۲) بیت ذی الخلصة (۳) بیت صنعأ (۴) بیت رضا (۵) اور بیت نجران اس کو کعبة النجران بھی کہتے تھے ۔

(۱) بیت الاقصیر ، یہ قضاعه ، لخم و جزام وغیرہ قبائل کا کعبہ تھا ، یہاں آکر وہ مناسک حج کی طرح مراسم ادا کرکے سر کے بال منڈایا کرتے تھے ۔

(۲) بیت ذی الخلصة ، اس کو کعبہ یمانیہ کہا کرتے تھے ، یہ دوس، خثعم ، بجیلہ قبائل کے معبودوں کا مرکز تھا ۔ اس کو کعبہ یمانیہ کہنے کی وجہ سے کعبة اللہ کو یہ لوگ کعبہ شامیہ کہتے تھے ۔ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جریر بن عبداللہ نے اس کو منہدم کرایا ۔

(۳) بیت رضا ، بنو ربیعہ کا کعبہ تھا ، مستوغر بن ربیعہ نے اس کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منہدم کرا دیا تھا ۔
(۴) کعبۃ النجران کو بیت اللہ کے طرز پر بنایا گیا تھا ۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس کو کھالوں سے بنایا گیا تھا ۔ بیت اللہ کے برابر اس کی تعظیم کی جاتی تھی ۔

لیکن جاھلیت کے لوگ باوجود اختلاف مذاھب و اعتقادات کے بیت اللہ کی تعظیم پر متفق تھے اور اس کو بیت اللہ سمجھتے تھے ، یہی وجہ ہے کہ دین ابراھیمی کو پورے طور پر بت پرستی سے بدل ڈالنے کے باوجود جاھلیت کے لوگ عرب و عجم سب ھی بیت اللہ کے حج اور اس کی زیارت کو موجب ثواب سمجھتے تھے ۔ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ فارس کے شاھان اکاسرہ کے جد اعلیٰ ساسان بن بابک نے بھی کعبۃ اللہ کا حج کیا تھا ۔ اور اس کے بعد اس کی قوم میں بھی اس کا رواج رہا (۲۲)۔

قبائل عرب میں قریش کو دین ابراھیمی کی پیروی کا دعوی تھا۔ وہ خود کو بیت اللہ کی تولیت کا اجارہ دار بھی سمجھتے تھے ۔ اپنی اس امتیازی حیثیت کو قائم رکھنے کے لئے انہوں نے مناسک حج میں اپنے لئے بہت سی ترمیمات کرلی تھیں

قریش نے عام لوگوں پر لازم قرار دیا تھا کہ وہ صرف حمس کے کپڑے پہن کر طواف کر سکتے ھیں ، اس لئے غیر حمسی یا تو کپڑے مانگ کر یا کرایہ پر لیکر طواف کرتے تھے ۔ مرد مردوں کے کپڑوں میں اور عورتیں عورتوں کے کپڑوں میں طواف کرتی تھیں جن لوگوں کو یہ کپڑے میسر نہ آتے وہ ننگے طواف کرتے تھے، مرد دن کو اور عورتیں رات کو جو لوگ اپنے کپڑوں میں طواف کرتے وہ ان کو طواف کے بعد

اتار کر حرم میں چھوڑ دیتے تھے ، ان کو دوبارہ استعمال کرنا جائز نہ سمجھتے تھے ۔ ان کپڑوں کا نام ,, لقا ،، رکھا ہوا تھا ۔ بعض روایات میں ننگے طواف کرنے کا سبب یہ بتایا جاتا ھے کہ وہ عام کپڑوں میں اس لئے طواف نہیں کرتے تھے کہ جن کپڑوں میں وہ دن رات گناہ کرتے ھیں ان میں خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرنا چاھیئے ۔

لانعبد اللہ فی ثیاب اذنبنا فیہا (۲۳) یعنی جن کپڑوں میں ھم نے گناہ کئے ھیں ھم ان میں اللہ کی عبادت نہیں کرنا چاھتے ۔

اسی نظریہ کے تحت وہ ننگے طواف کرتے تھے ۔ عورتیں بھی نہایت معمولی کپڑا (جس سے صرف شرمگاہ کا ستر ہو جاتا تھا) پہن کر طواف کرتی تھیں (بعض روایات میں ہے کہ یہ معمولی ستر بھی نہیں ھوتا تھا مادرزاد ننگی ھو کر طواف کرتی تھیں اور یہ کہا کرتی تھیں ۔

الیوم یبدو بعضہ اوکلہ وما بدأ منہ فلا احلہ (یعنی آج سارا بدن یا اس کا کچھ حصہ کھل جائے گا لیکن اس میں سے جو کھل جائے گا میں اس کا دیکھنا کسی کے لئے حلال نہیں کرتی) ۔

ایک امتیاز انہوں نے یہ قائم کر رکھا تھا کہ وہ عرفات جو حج کی اصل عبادت گاہ تھی نہیں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ھم اللہ کے چہیتے اور اس کے حرم کے پاسبان ھیں ۔ ھم اھل حرم ھیں ھم حدود حرم سے باھر نہیں جا سکتے ۔ یہ ھمارے خاندان کی توھین ہے ۔ اس لئے وہ صرف مزدلفہ تک جاکر ٹھہر جاتے تھے ۔ باقی لوگ عرفات چلے جاتے ، حالانکہ وہ خود بھی عرفات چلے جانے کو مناسک حج میں شمار کرتے تھے ۔

قرآن مجید نے ان کے اس زعم باطل کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (۲۴) پھر تم وهیں سے چلو جهاں سے لوگ چلتے هیں۔

ان بدعات کے علاوہ انهوں نے حج کا ایک نیا طریقه ایجاد کیا تها، جس کو "حج مصمت" کهتے تهے۔اس حج میں شروع احرام سے آخر تک بولنا جائز نهیں سمجها جاتا تها۔ جاهلیت کے لوگ اس کو بڑا ثواب جانتے تهے۔ اسلام نے اس تکلیف مالایطاق سے منع کر دیا

صحیح بخاری میں ہے که حضرت ابو بکر رضی الله عنه نے ایک عورت کو جس کا نام زینب بنت المهاجر تها دیکها که بالکل خاموش ہے، دریافت کرنے پر معلوم هوا که اس نے حج مصمت کی نیت کی ہے۔ آپ نے اس فعل سے اس کو منع کیا اور فرمایا یه فعل حلال نهیں ہے، یه زمانه جاهلیت کی بات ہے (۲۵)۔

حاصل یه که جزیرۂ عرب میں دین ابراهیمی کے مکمل خاتمه کے باوجود جاهلیت کے لوگوں میں اس دین کے بعض آثار و علامات ظهور اسلام تک موجود تهیں۔ دین ابراهیمی کے ان باقیات میں سے ایک حج بهی تها، اگرچه بت پرستی اور مشرکانه اعتقادات کی بنا پر حج ابراهیمی اپنی صحیح صورت میں باقی نهیں رها تها۔ بلکه احرام سے لے کر اختتام تک قدم قدم پر بے شمار مشرکانه اعمال اور بدعات کی وجه سے حج کی صورت هی مکمل طور پر بدل گئی تهی۔ اس کے باوجود حج کا تصور پورے اهتمام کے ساتھ ظهور اسلام تک موجود رها۔ جاهلیت کے لوگ صدیوں سے بیت الله کا حج هر سال پابندی کے

ساتھ کرتے چلے آ رہے تھے -

حج اسلام :

پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے ابتدا میں دین ابراھیمی کے ان نام نہاد مدعیوں کو اسی حالت میں بیت اللہ کا حج ادا کرتے چھوڑا اور اپنی تمامتر کوششیں دعوت توحید پر مرکوز کر دیں - مشرکین مکہ کے لئے ایک زبردست چیلنج تھا - چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو ستانا اور ان پر مظالم ڈھانے شروع کر دیئے - بالآخر آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ ھجرت کرنے کا حکم ملا - مدینہ میں مسلمان بڑی بے چینی سے اس وقت کے منتظر تھے - جب وہ مکمل اطمینان کے ساتھ بیت اللہ کا حج کریں - ادھر مشرکین مکہ کی عداوت اس حد تک آگے بڑھ گئی تھی کہ مسلمانوں کو ایک نظر بھی بیت اللہ کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی - بالآخر ٦ ھ میں مسلمانوں کی اس دلی تمنا کے پورے ہونے کے آثار ظاھر ھونے شروع ھوئے - جب کہ حج کو اسلام کا پانچواں اور آخری اھم رکن قرار دیا گیا - لیکن فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں کے لئے اجتماعی طور پر حج ادا کرنا ممکن نہیں تھا - ۸ ھ میں مکہ فتح ھوا - مگر اس سال بھی ملک میں امن و امان اچھی طرح قائم نہ ھونے کی وجہ سے حج مشرکین مکہ ھی کے اھتمام میں ھوا - مسلمانوں نے حضرت عتاب بن اسید کے ساتھ جو مکہ کے امیر مقرر ھوئے تھے ، فریضہ حج ادا کیا -

۹ھ میں بعض وجوھات کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود حج کے لئے تشریف نہیں لے جا سکے اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو امارت حج کے منصب پر مامور فرمایا - حضرت ابوبکر رضی

اللہ عنہ تین سو مسلمانوں کا قافلہ لے کر حج کے لئے روانہ ہوئے ۔ اس قافلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نقیب اسلام ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ ، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ معلم تھے ۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں نے پورے اطمینان سے اجتماعی طور پر فریضہ حج ادا کیا ۔ اور اس سال رسم حج سنت ابراہیمی کی صورت میں جلوہ گر ہوئی ۔ اس حج کا ایک مقصد یہ تھا کہ خانۂ خلیل میں عہد جاہلیت کے اختتام اور حکومت اسلام کی ابتدا کا اعلان کیا جائے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عہد جاہلیت کی ان تمام رسومات و بدعات کے خاتمہ کا اعلان کیا جائے ۔ جن پر صدیوں سے عرب کاربند ہو کر چلے آرہے تھے ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو سنت ابراہیمی کے مطابق حج ادا کرنے کی تعلیم دی اور منیٰ کے مقام پر مشرکین کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا ، اور پھر یہ منادی کرا دی ۔

الا لایحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت بعد الیوم عریان .

(یعنی اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے ارادے سے نہ آئے اور آج کے بعد کوئی شخص ننگا رسم جاہلیت کے مطابق خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے ۔

جب ۹ ھ کے اس حج میں تمام مشرکانہ باتوں اور بدعتوں کا ازالہ ہو گیا اور مشرکین کے لئے بیت اللہ کا حج ممنوع قرار دیا گیا تو اب وہ وقت آ گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے فریضہ

کو خود عملی طور پر انجام دیں ۔ چنانچہ ذی قعدہ ۱۰ ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج بیت اللہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے نکلے ۔ ایک لاکھ چودہ ہزار یا اس سے زیادہ جاں نثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ ۴ ذی الحجہ ۱۰ ھ کو آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ۔ آپ نے اس آخری حج (جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں) میں ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید کو سنت ابراہیمی کے مطابق مناسک حج ادا کرنے کی تعلیم دی اور اس طرح کعبہ کفر و شرک کی ظلمتوں سے پاک ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عبادات ابراہیمی کا مرکز قرار پایا ۔ گویا آج رب کعبہ کے اس حکم « وطہر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود » (۲۲ ۔ ۲۶) کی تعمیل آخری بار آپ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی اور خدا کا یہ گھر قیامت تک کے لئے صرف اسی کی عبادت و پرستش کے لئے مخصوص ہو گیا

اور اس دن سے آج تک برابر فرزندان توحید لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے گوشے گوشے سے دور دراز کا سفر طے کرکے مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں اور فریضہ حج ادا کرتے ہیں ۔

حوالہ جات

۱۔ حکمة التشريع و فلسفة ص ۲۷۶ ، ج ۱

۲۔ حکمة التشريع و فلسفة ، ص ۲۸۱ ، ج ۱ ، الرحلة الحجازيه ، محمد حبيب البتنونى ص ۱۵۱ ج۱

۳۔ عبدالقدير ، بيت المقدس ص ۱۶۷

۴۔ الرحلة الحجازيه ص ۱۵۱ ، ج ۱ ، حکمة التشريع و فلسفة ص ۲۷۹ ج ۱ ،

۵ ۔ ايضاً ص ۱۵۰ ج ۱

۶ ۔ دلائل النبوة ، ص ۳۹۴ ، طبع مصر سنة ۱۳۸۹ ھ

۷۔ الاعلام بأعلام بيت الله الحرام ، ص ۱۳ ، ازرقى المتوفى سنة ۲۵۰ . ھ اخبار مکه حصه اول ص۱۳

٨ ـ ڈوزی فرانسیسی الاصل ١٨٢٠ء میں پیدا ہوئے تھے ، ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے کئی قابل قدر کتابوں کے مؤلف عربی مخطوطات پر کام سے ان کو خاص لگاؤ تھا سنة ١٨٨٣ء میں فوت ہوئے (احمد عطية الله القاموس الاسلامی ص ٣٠٧ ، ج ٢)

٩ـ ابن کثیر ، البدایه ص ١٦٣ ، ج ١

١٠ـ مرأة الحرمین ، ص ٢٦٩ ج ١

١١ـ فی منزل الوحی ص ٣٠٣

١٢ـ حج ٢٦ ـ

١٣ـ البقره ١٢٧

١٤ـ ابراهیم ، ٣٧

١٥ـ آل عمران ٩٦

١٦ـ محمد طاهر الکروی ، مقام ابراهیم علیه السلام ، ص ٣٣ ، طبع مصر ، ازرقی ، اخبار مکه

١٧ـ ازرقی ، اخبار مکه ص ٣٣ ، ج ١

١٨ـ حج ـ ٢٦

١٩ـ القریٰ القاصدام القریٰ ، ص ٢٣

٢٠ـ القریٰ لقاصدام القریٰ ص ٢٥

٢١ـ القری لقاصدام القریٰ ص ٣

٢٢ـ اسی کو ایک فارسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے :ـ

وما زلنا نحج البیت قدمـا — ہم ہمیشه سے خانه کعبه کا حج کرتے اور امن و امان سے بطحا میں

ونلقی بالا باطح آمنـینا — ڈیرے ڈالتے رہے ہیں ـ

وساسان بن بابک سارحتی — ساسان بن بابک اپنے سرداروں کو ساتھ لیکر خانه کعبه پہنچا ،

اتی البیت العتیق باصیدنیـا — اس کا طواف کیا اور حضرت اسماعیل کے کنوئیں پر جو پینے والوں کو

وطاف به وزمزم عندبیر — سیراب کرتا ہے خدا کی تعریف کا راگ گایا ـ

لاسماعیل تروی الشاربینـا (معجم البدان ، ص ٣٠١ ج ٣ ، طبع بیروت)

٢٣ـ تاریخ العرب قبل الاسلام ص ٢٢٥ ج ٥

٢٤ـ بقره ١٩٩

٢٥ـ بخاری ص ٥٤١ ، ج ١ ـ